

ALFALAH
MAGZINE

October 2021



ماہنامہ
الفلاح
اکتوبر ۲۰۲۱

قسم اس وقت کی



فہرست

03

القرآن

04

قسم اس وقت کی

06

تیرا ملنا ترا نہیں ملنا

08

حضرت واصف علی واصف (اقوال)

09

علامہ اقبال (شاعری)

معاون خصوصی: احسان اللہ کیانی

Ehsanullahkiyani.com

مدیر: عثمان علی

رسالہ فی سبیل اللہ حاصل کرنے
لیے درج ذیل نمبر پر میج کریں۔

0347-0552110

join us on

Facebook:



www.facebook.com/
Alfalahyouthforum

join us on

YouTube:



Alfalah Youth Forum

join us on

Whatsapp:



[Name Join Alfalah] SMS to
0302-7396939

(for example)

[Usman Join Alfalah] SMS to 0302-7396939

القرآن

زمانہ کی قسم (جس کی گردش انسانی حالات پر گواہ ہے۔)

بیشک (بالیقین) انسان سرتا سر نقصان میں ہے۔

سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے اور (معاشرے میں) ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور (تبلیغ حق کے نتیجے میں پیش آمدہ مصائب و آلام میں) باہم صبر کی

تاکید کرتے رہے۔ (سورة العصر)

یعنی زمانے کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جو لوگ ایمان اور نیک عمل سے محروم ہوتے ہیں، وہ بڑے گھاٹے میں ہیں۔ اس لئے کہ ایسی بہت سی قوموں کو دُنیا ہی میں آسمانی عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابیں اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر خبر دار کرتے رہے ہیں کہ اگر ایمان اور نیک عمل کی روش اختیار نہ کی گئی تو آخرت میں بڑا سخت عذاب انسان کا منتظر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خود نیک بن جانا ہی نجات کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ اپنے اپنے اثرورسوخ کے دائرے میں دوسروں کو حق بات اور صبر کی تلقین کرنا بھی ضروری ہے، اور جیسا کہ پہلے بھی کئی جگہوں پر گزرا ہے ”صبر“ قرآن کریم کی ایک اصطلاح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان کی دلی خواہشات اسے کسی فریضے کی ادائیگی سے روک رہی ہوں یا کسی گناہ پر آمادہ کر رہی ہوں، اس وقت ان خواہشات کو کچلا جائے، اور جب کوئی ناگوار بات سامنے آئے تو اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اعتراض سے اپنے آپ کو روکا جائے۔ ہاں تقدیر کا شکوہ کیے بغیر اس ناگوار چیز کے تدارک کی جائز تدبیر کرنا صبر کے خلاف نہیں ہے۔

قسم اس وقت کی



مفتی صاحب نے سورة العصر کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا کہ سورة العصر کی تفسیر سمجھنی ہے تو پھر ہمیں عربی گرائمر کے چند قواعد کو سمجھنا ہو گا۔

یہ وہ قواعد ہیں جنہیں سمجھیں بغیر ہم سورة العصر میں کیا بات کہی گئی ہے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ ترجمہ اور تفسیر میں کچھ باتیں تو بیان ہو سکتی ہیں، لیکن کسی زبان میں کہی گئی بات کی اگر گہرائی میں پہنچنا چاہتے ہیں تو پھر اس زبان کے قواعد سیکھنا ہوں گا۔

آج میں چند باتیں جنہیں عوام الناس سمجھ سکتی ہے یہاں بیان کر دیتا ہوں۔

اردو زبان میں اگر میں کہوں "میں نے پانی نہیں پیا" یا پھر یہ کہوں "میں بالکل سچ اور قطعی طور پر کہتا ہوں میں نے پانی پیا ہی نہیں" دونوں جملوں میں بات ایک ہے لیکن کیا ہے دونوں کی شدت میں فرق ہے۔

اسی طرح عربی زبان میں چند الفاظ تاکید (شدت) پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ سورة العصر ایک ایسی سورة ہے جس میں تاکید (شدت) کے لیے تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور چوتھی شدت بات کہنے والا کون ہے اس پر ہوتی ہے اب یہاں کہنے والا وہ ہے جس سے بلند کوئی ذات نہیں۔ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات۔

عربی میں تاکید (شدت) پیدا کرنے کے لیے اِنَّ، لام تاکید اور قسم ہوتی ہے۔ سورة العصر میں جو بات کہی گئی اگر جملہ ایسے بھی ہوتا " الانسان في الخسر " تو پھر بھی بات مکمل ہو جاتی۔ (انسان خسارے میں ہے۔) پھر بھی بات اہم تھی کیونکہ یہاں کہنے والا ہمارا رب ہے۔

لیکن اللہ نے شروع میں قسم لائی۔ پھر اِنَّ داخل کیا اور پھر لام تاکید بھی داخل کر دیا، اور اس کے ساتھ " الخسر " کو " خسر " سے بدل کر یہ بھی بتایا کہ یہ خسارہ بہت ہی بڑا خسارہ ہے کیونکہ یہ بھی عربی کا اصول ہے کسی چیز کی عظمت بیان کرنے کے لیے اس اسم کو نکرہ کر دیا جاتا ہے۔

اب اگر اس سورة کا ترجمہ دیکھا جائے تو پتا چلتا ہے، " زمانے کی قسم (اس زمانہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم) ۔ بیشک انسان خسارے میں ہے " لیکن اگر گرائمر کے قواعد کے مطابق دیکھا جائے تو پھر پتا چلتا ہے کہ یہاں بات کس شدت سے کہی گئی ہے وہ شدت گرائمر کے اصول جانے بغیر سمجھنا بہت مشکل ہے۔

اسی لیے تو ہم یہ سورة پڑھ بھی لیتے ہیں لیکن ہمارے دلوں پر رقت طاری نہیں ہوتی، کیونکہ ہم اس کی گہرائی کو جانتے ہی نہیں ہیں کہ یہاں بات کس شدت کی گئی ہے۔

ایک جملہ " انسان خسارے میں ہے " کو اللہ اس انداز میں لایا ہے، کہ جس کو سمجھ لینے کے بعد انسان پر بالکل واضح ہو جاتا ہے وہ کون ہے، کیا ہے، اور اسے کیا کرنا چاہیے۔

کیونکہ اس کے ساتھ اللہ نے یہ بھی بتا دیا کہ "سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین اور صبر کی نصیحت کرتے رہے۔"

اب اگر اس کے بعد بھی کوئی ایمان نہ لائے یا پھر نیک اعمال نہ کرے اور اس کے بعد حق اور صبر کی تلقین نہ کرے تو پھر وہ ابو جہل ہی کہلائے گا۔۔۔ چاہے کچھ لوگ اسے ابوالحکم سمجھتے رہیں۔

کیونکہ یہ باتیں سمجھ لینے کے بعد ہر عقل مند انسان پر اس دنیا کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

۔۔۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔۔۔

ابو یحییٰ

تیرا ملنا ترا نہیں ملنا

کسی شاعر نے اپنے محبوب کے وصل و فراق کے بارے میں کیا خوب کہا ہے:

تیرا ملنا ترا نہیں ملنا
اور جنت کیا اور جہنم کیا

شاعری میں یہ مبالغہ عام ہے، مگر حقیقی دنیا میں ایک بندہ مومن بار بار اس تجربے سے گزرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں یہ مرحلہ بار بار آتا ہے کہ کسی وقت انسان پر شوق کا غلبہ ہوتا ہے۔ عبادات میں دل لگتا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری رہتے ہیں۔ دل ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ گناہ سے فطری کراہیت محسوس ہوتی ہے۔

مگر پھر ایک روز اچانک یہ کیفیت رخصت ہو جاتی ہے۔ شوق تو دور کی بات ہے، اعمال صالحہ کی طرف طبیعت کا رجوع باقی نہیں رہتا۔ گناہ کی شدید خواہش بیدار ہو جاتی ہے۔ دنوں تک انسان کو یاد بھی نہیں آتا کہ اس کا کوئی رب ہے۔ انسان بہت جبر کرتا ہے تو رسمی طور پر نماز کے نام پر کچھ اٹھک بیٹھک ہو جاتی ہے۔ مگر کسی عبادت میں دل نہیں لگتا۔

پہلی کیفیت صاحب ایمان کے لیے اگر جنت ہوتی ہے تو یہ دوسری کیفیت جہنم سے کم نہیں ہوتی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کو اس مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ دونوں کیفیات راہ خدا کے راستے کا لازمی موڑ ہیں۔ پہلا موڑ اس لیے آتا ہے کہ انسان خدا سے تعلق کی لذت کا تجربہ کر کے اس روحانیت میں جینا سیکھ لے جو اسے حیوانیت سے بلند کرتی ہے۔ مگر یہ کیفیت اگر مستقل رہے گی تو انسان کا امتحان ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ نیکی میں مزہ اور گناہ سے نفرت اگر مستقل کیفیات ہو جائیں تو پھر اجر کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔ اسی لیے یہ کیفیت رخصت ہو جاتی ہے۔

ایسے میں مخلص اور حساس لوگ پریشان ہو جاتے ہیں۔ وہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے دھتکار دیے جانے کے مترادف سمجھتے ہیں۔ وہ اسے اپنے کسی گناہ کا نتیجہ سمجھنے لگتے ہیں۔ حالانکہ اکثر اوقات یہ کیفیت اللہ کے اسی طریقے کے مطابق ہوتی جس کے مطابق وہ کائنات کا پورا نظام چلاتے ہیں۔ یعنی دن کے بعد رات بھی ہوتی ہے۔ بہار کے بعد خزاں بھی آتی ہے۔ نہ رات بری ہے نہ خزاں ہی بے فائدہ ہے۔ ہر ایک کی اپنی مصلحت ہے اور اس کیفیت کی مصلحت یہی ہے کہ انسان کا امتحان ہو جائے کہ وہ مزے کے لیے عبادت کرتا ہے یا خود پر جبر کر کے بھی عبادت کر سکتا ہے۔

اسی طرح اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ یہ کیفیت انسان کے اندر پیدا ہونے والے تکبر کو دور کرتی ہے۔ ہر وقت یاد الہی اور نیکی کی کیفیت بہر حال انسان کو یہ احساس دلاتی ہے کہ وہ کوئی بہت بڑی ہستی بن چکا ہے۔ مگر ایسے میں دوری کے یہ لمحات اسے واپس ایک عام اور عاجز انسان ہونے کا احساس دلاتے ہیں۔ اس احساس کی اللہ کے ہاں بڑی قدر و قیمت ہے اور اسی کیفیت کی وجہ سے انسان اللہ کے ہاں بہت مقبول ہو جاتا ہے۔

اس کیفیت کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ اس سے گزر کر ہی کوئی انسان معرفت اور قرب الہی کی منزل کے قریب پہنچتا ہے۔ یہ گویا سفر کی تعبیر ہے جس میں خوش نما باغات بھی آتے ہیں اور لقا و دق صحرا بھی آتے ہیں۔ چنانچہ اس کیفیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا اپنے رب کی طرف مسلسل جاری ہے اور بندہ اگر مایوس ہوئے بغیر عمل صالح کو خلاف طبیعت ہونے کے باوجود جاری رکھے تو نہ صرف قرب الہی کی کیفیات دوبارہ لوٹ آتی ہیں بلکہ انسان اس قابل ہو جاتا ہے کہ دوسروں کی تربیت اور رہنمائی بھی کر سکے۔ چنانچہ یہ کیفیت دراصل ایمان میں ترقی کی علامت ہے نہ کہ ایمان کے سلب ہو جانے کی کوئی نشانی۔



جس دل میں نفرت ہو اس دل میں اللہ نہیں آ سکتا۔

واصف علی واصف رحمۃ اللہ علیہ

حیات و موت نہیں التفات کے لائق فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا مقصود

ضرب کلیم

تشریح:

اقبالؒ کہتے ہیں کہ انسان کا مقصود نہ زندگی ہے نہ موت ہے، بلکہ خودی ہے۔ یعنی اللہ نے انسان کو اس غرض سے پیدا کیا ہے کہ وہ اطاعتِ احکامِ الہی یا اتباعِ شریعت کی بدولت اپنی خودی (معرفت) کی مخفی قوتوں کو بروئے کار لا کر خلافتِ الہیہ کا مستحق بن سکے۔ جو شخص ان مخفی قوتوں کو بروئے کار نہیں لاتا، وہ اپنی تخلیق کے منشاء سے بیگانگی کا ثبوت دیتا ہے۔ پس اس کی زندگی اور موت یا اس کا وجود اور عدم دونوں یکساں ہیں۔ اللہ نے انسان کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اپنے نفس کا تزکیہ کرے، تاکہ فلاح پائے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّيْهَا

حقیقتاً وہ کامیاب ہوا جس نے اپنے اس نفس کو پاک صاف کیا۔

پس اصلی مقصود "فلاح" ہے اور یہ منحصر ہے تزکیہء نفس پر، جسے اقبالؒ اپنی اصطلاح میں استحکامِ خودی سے تعبیر کرتے ہیں۔

الفلاح یوتھ فورم

قیام کے مقاصد

- ★ مقدس اوراق کے لیے محفوظ جگہ فراہم کرنا
- ★ فقہی مسائل سے آگاہی
- ★ نوجوان نسل میں تعمیری اور فلاحی کاموں کے لیے شعور کی بیداری
- ★ نوجوانوں کو صلاحیتوں کے اظہار کے مواقع کی فراہمی
- ★ معاشرتی اور اخلاقی اقدار کا تحفظ
- ★ نوجوان نسل میں اتحاد اور ہم آہنگی کا فروغ
- ★ طلباء کے لیے اکیڈمیز کا قیام
- ★ کھیلوں کے مقابلوں کا انعقاد
- ★ عطیہ خون

ہم نے صرف سوچنے کا انداز بدلنا ہے، زندگیاں خود ہی بدل جائیں گی۔